روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۲۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۶/۴۱ | منگل ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ، ۲۹ اخاء ۱۳۷۰ ہش، ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء | نمبر ۲۴۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اللہ کے حضور ہمارا شکر شیطان کے خلاف ہمارا دفاع ہے

"اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایسی صراطِ مستقیم جس پر ہر چند کہ شیطان بیٹھا ہؤا ہے مگر ہم اس کے شکر گزار بندوں کی طرح اس پر قدم ماریں اور کبھی بھی شیطان ہمارے شکر پر حملہ نہ کر سکے کیونکہ وہی ہمارا دفاع ہے۔ اگر ہم شکر سے عاری ہو گئے تو پھر ہمارے بچنے کی کوئی امید نہیں"۔
(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"خدا عمیق در عمیق چھپا ہؤا ہے اور ایسا ہی وہ ظاہر در ظاہر ہے۔ اس کا ظہور اتنا ہؤا کہ وہ مخفی ہو گیا جیسا سورج کہ اس کی طرف کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ خدا کا پتہ حق الیقین کے ساتھ نہیں پا سکتے، جب تک کہ تقویٰ کی راہ میں قدم نہ ماریں، دلائل کے ساتھ ایمان قوی نہیں ہو سکتا، بغیر خدا کی آیات دیکھنے کے ایمان پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ اچھا نہیں کہ کچھ خدا کا ہو اور کچھ شیطان کا ہو"۔
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۵۷)

"اس سے ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید ہم استعمالِ اسباب سے منع کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے ہم اسباب کے استعمال سے منع نہیں کرتے بلکہ رعایتِ اسباب بھی ضروری ہے کیونکہ انسانی بناوٹ بجائے خود اس رعایت کو چاہتی ہے لیکن اسباب کا استعمال اس حد تک نہ کرے کہ اُن کو خدا کا شریک بنا دے بلکہ اُن کو بطور خادم سمجھے۔ جیسے کسی کو بٹالہ جانا ہو تو وہ یکہ یا ٹٹو کرایہ کرتا ہے۔ تو اصل مقصد اس کا بٹالہ پہنچنا ہے نہ وہ ٹٹو یا یکہ۔ پس اسباب پر کلی بھروسہ نہ کرے یہ سمجھے کہ ان اسباب میں اللہ تعالیٰ نے کچھ تاثیریں رکھی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو وہ تاثیریں بیکار ہو جائیں اور کوئی نفع نہ دیں"۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳)

اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار بننے کی کوشش کرو

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو

"یہ خلاصہ اور اصل عظیم الشان اصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اپنا معبود محبوب اور مطاع نہ بناؤ اور زبان اور آنکھ۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں، غرض کل جوارح اور اعضاء اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں لگے ہوئے ہوں۔ کوئی خوف اور امید مخلوق سے نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بنیں اور اس کے حکم کے مقابل کسی اور حکم کی پروا نہ کریں فرماں برداری کا اثر اور امتحان مقابلہ کے وقت ہوتا ہے۔ ایک طرف قوم اور رسم و رواج بلاتا ہے۔ دوسری طرف خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اگر قوم اور رسم و رواج کی پروا کرتا ہے تو پھر اس کا بندہ ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی فرماں برداری کرتا ہے اور کسی بات کی پروا نہیں کرتا تو پھر خدا تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہے اور اس کا فرمانبردار ہے اور یہی عبودیت ہے۔ قرآن مجید نے (دین حق) کی یہی تعریف کی ہے (جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سپرد کیا اور وہ احسان کرنے والا ہے) سچی فرماں برداری یہی ہے کہ انسان کا اپنا کچھ نہ رہے۔ اس کی آرزوئیں اور امیدیں اس کے خیالات اور افعال سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور فرماں برداری کے نیچے ہوں۔ میرا اپنا تو یہ ایمان ہے کہ اس کا کھانا۔ پینا۔ چلنا۔ پھرنا۔ سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہو تو (کامل فرماں بردار) اور بندہ بنتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری اور رضامندی کی راہوں کو بتانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ ہر شخص کو مکالمہ الٰہیہ کے ذریعہ الٰہی رضا مندیوں کی خبر نہیں ہوتی ہے۔ اگر کسی کو ہو بھی تو اس کی وہ حفاظت

باقی صفحہ ۸ پر

تقریب شادی

روزنامہ الفضل ربوہ کے مینیجر و پبلشر محترم آغا سیف اللہ صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی کی صاحبزادی عزیزہ مکرمہ امۃ المومن طاہرہ صاحبہ کی شادی بہمراہ عزیزم مکرم خواجہ منصور احمد صاحب ابن مکرم خواجہ نذیر احمد صاحب بعوض مبلغ پانچ ہزار جرمن مارک ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو انجام پائی۔ تقریب رخصتانہ کے موقع پر ہی تقریب نکاح منعقد ہوئی۔ محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے نکاح پڑھایا۔ مولانا موصوف نے اس موقع پر خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ قرآن کریم وہ واحد الٰہی کتاب ہے جو کچھ بچت کرنے کی بجائے جو کچھ پاس ہے وہ خرچ کرنے کا درس دیتی ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ اس دن کو پیش نظر رکھا جائے۔ جب باقی وسائل ہاتھ سے چھوٹ جائیں گے اور یہ خرچ ہی کام آئے گا مولانا نے کہا کہ اس کے پیچھے دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کا مفہوم کار فرما ہے۔ جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مربیانِ سلسلہ کے مال کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی تائید و نصرت سے نوازا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اپنا سارا مال اور زندگی اللہ کی راہ میں تیاگ دی ہوتی ہے نتیجۃً اللہ تعالیٰ خود ان کا کفیل ہو جاتا ہے جو لوگ اس الٰہی برکت کو نہیں سمجھتے وہ خیال کرتے ہیں کہ نہ معلوم یہ کتنی امیر جماعت ہے؟

مولانا نے مکرم آغا سیف اللہ صاحب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے جب احمدیت قبول کی اور پھر اپنی زندگی خدمتِ دین کی خاطر وقف کی اور جامعہ احمدیہ میں آکر داخلہ لیا تو یہ تنہا تھے کوئی خاندانی یا دنیاوی سہارا ان کے ساتھ نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایسے لوگ ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے خوشیوں اور اللہ کی رحمتوں کے سارے رنگ دیکھے۔ ساری خوشیاں پوری کیں۔ آئندہ بھی اللہ سے دعا ہے کہ وہ

باقی صفحہ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ | پبلشر: آغا سیف اللہ ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی ۔ ربوہ | قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۹ اخاء ۱۳۷۰ ہش ——— ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء

انسانی حُسن کا معیار

ان لوگوں کو چھوڑیئے جن کی فطرت مسخ ہو چکی ہے اور جو برائی میں "مزہ" لیتے ہیں اور "بدصورتی" پر فخر کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دُنیا کا ہر شخص اپنے آپ کو خوبصورت دیکھنا چاہتا ہے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ اپنے آپ کو خوبصورت کہتا ہے بعض لوگوں کو آئینہ دیکھنے کی کتنی عادت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو خوبصورت سمجھتے ہیں اور اپنی شکل دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر شخص اپنے آپ کو حُسنِ کردار سے متصف دیکھنا چاہتا ہے بلکہ سمجھتا بھی ہے، بہت لوگوں کی اپنی برائی پر نظر نہیں ہوتی۔ انہیں اپنا ہر کام اچھا ہی اچھا لگتا ہے۔ آخر باتوں کی تاویل بھی تو کر لی جاتی ہے۔ دوسروں کی نظر میں کام اچھا نہ بھی ہو تو تاویل کر کے اسے اچھا سمجھ لیا جاتا ہے۔ بات تو ٹھیک ہے۔ اپنے آپ کو اچھا سمجھنے پر اگر تھوڑا سا غور بھی کر لیا جائے تو یقیناً انسان اپنے آپ کو پہلے سے بھی اچھا بنا سکتا ہے۔ یعنی نیکیوں میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے اور یہی کردار کا حُسن ہے۔

ایک یقینی طریق انسان کو اچھا بنانے کا یہ ہے کہ وہ یہ سمجھ لے کہ حُسنِ کردار کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی صفات سے۔ پس جب ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کا ذکر کرتے ہیں تو مقصد اس کی صفات ہوتا ہے۔ اور چونکہ اس کی صفات ہی اصل خُوبی اور حُسن ہیں اس لئے جو انسان بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنی استعدادوں کے مطابق اپنی زندگی کا حصّہ بنانے کی کوشش کرے گا۔ وہی حُسنِ کردار کا حامل ہوگا۔ اور آہستہ آہستہ حُسن کی تکمیل کی طرف بڑھنا شروع کر دے گا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس تکمیل کے سفر کا کوئی آخر نہیں ہے۔ یہ سفر جاری رہنے والا ہے۔ اور اسی لئے ہمیں ساری عمر یہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم بہتر سے بہتر ہوتے چلے جائیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کوئی حد ہے نہ ہمارے اس راہ پر آگے بڑھنے کی۔

حضرت فضل عمر اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے فرماتے ہیں:۔

"دینِ حق صفاتِ الٰہیہ پر خصوصیت سے زور دیتا ہے اور بنی نوع انسان کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ تمہارا حُسن اس امر پر منحصر ہے کہ تم صفاتِ الٰہیہ کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگین کرنے کی کوشش کرو۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

میری آنکھوں میں تیرے نظّارے
میرے دل میں ترا جمال و جلال
مَیں تجھے کیسا لگ رہا ہوں بتا
تجھ پہ ظاہر ہے میرا ماضی و حال

ابوالاقبال

○

تنہائی کا دُکھ سُکھ اپنے آپ سے کہنا سیکھ لیا
تنہائی کے کرب کو گویا ہم نے سہنا سیکھ لیا

اُن کو اپنے پاس ہی رکھتے، اپنے بس کی بات نہ تھی
بے بس ہو کر ہم نے اپنے آپ میں رہنا سیکھ لیا

دردِ محبت کی توقیر ہیں یا رسوائی ہیں آنسو
رُکنا بھُول گئے ہیں جب سے آنکھ سے بہنا سیکھ لیا

پھُولوں کی سیجوں پر سونے والوں نے وقت آنے پر
خارِ مغیلاں پر چلنا بھی پاؤں برہنہ سیکھ لیا

رویا دھویا تڑپا پھڑکا، دِل دیوانہ تھا ناہیدؔ
آخر دیوانے نے اپنے گھر میں رہنا سیکھ لیا

عبدالمنان ناہیدؔ

○

یا تو خُم کے خُم پی جانے پر بھی مَیں باہوش رہا تھا
یا اب اُن کی ایک نظر سے بیخود ہو کر جھُوم رہا ہوں

یا تو ماہ و انجم کی محفل سے بھی کترا کر گذرا
یا اب خاک کے ذرّے ذرّے کو آنکھوں سے چُوم رہا ہوں

یا تو منزل خود چل کر ان قدموں میں آجاتی تھی
یا اب یہ حالت ہے، اپنی صحرا صحرا گھوم رہا ہوں

یا تو اکثر تھام لیا کرتا تھا صبح و شام کی گردش
یا اب صبح و شام کی زد میں آ کر مَیں بھی گھوم رہا ہوں

یا تو رندانہ کیفیّت میں بھی تھا اِک سدِّ سکندر
یا اب زُہد کا جامہ اوڑھے صحنِ حرم میں جھُوم رہا ہوں

تبدیلی اور وہ بھی ایسی کون کہے کیا بات ہوئی ہے
رات گئی دن چڑھ آیا یا دن ڈوبا اور رات ہوئی ہے

نسیم سیفی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیدنا حضرت فضلِ عمر۔ اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے۔

کمیونزم۔ زمین اور زراعت

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ (ہمارے) قانون کے مطابق کسی شخص کو خواہ وہ بے اولاد ہی کیوں نہ ہو ⅓ سے زائد کی وصیت کرنی جائز نہیں۔ پس اگر کوئی شخص صاحب اولاد ہوگا تو اس کی زمین تقسیم ہوکر کم ہوتی جائے گی۔ اور اگر وہ اپنے خاندان کی وجاہت کے قیام کے لئے ⅓ اپنی اولاد میں سے کسی کو دینا چاہے گا تو اس کی دینِ حق اسے اجازت نہ دے گا کیونکہ وصیت وارثوں کے حق میں دینِ حق جائز قرار نہیں دیتا۔ غیر وارثوں کے حق میں جائز قرار دیتا ہے اور اس طرح زمین کو تقسیم سے روک کر بڑی زمینداریوں کے قیام کو ناممکن بنا دیتا ہے۔ اور اگر کوئی لاوارث ہو تو دینِ حق اسے بھی صرف ⅓ حصہ کی وصیت کی اجازت دیتا ہے۔ باقی زمین اس کی گورنمنٹ کے پاس چلی جاتی ہے گی اور اس طرح پھر ملک کے عوام کے کام آئے گی اس نظام میں یہ خوبی ہے کہ بڑے زمیندار جو نسلوں تک دوسروں کے لئے روک بن کر کھڑے رہیں اس کے ماتحت نہیں بن سکتے۔ مگر اس کے ساتھ شخصی آزادی میں بھی فرق نہیں آتا اور ذہنی ترقی اور عائلی ہمدردی اور ایسے نیک کاموں میں حصہ لینے کا راستہ کھلا رہتا ہے جن کو انسان اپنی عاقبت کی درستی کے لئے ضروری سمجھے۔ اس کے برخلاف کمیونزم نے جو تجاویز اپنے نظام کے لئے پسند کی ہیں۔ وہ شخصی آزادی کو کچلنے والی۔ عائلی ہمدردی کو مٹانے والی اور دین کی خدمت سے محروم کرنے والی ہیں۔ اور پھر ان کے جاری کرنے میں وہ کلی طور پر ناکام رہی ہے

کمیونزم نے زمین کے متعلق یہ نظریہ قائم کیا تھا۔ کہ زمین سب کی سب ملکی ہے اور اس لئے حکومت کی ہے۔ اس طرح سب زمینداروں کو انہوں نے مزدور بنا دیا۔ حالانکہ تاجر اپنی جائداد کا جو سامان اس صورت میں ہو ایک حد تک مالک سمجھا جاتا ہے۔ اپنے مقرر کردہ اصل کو عملی شکل دینے کے لئے کمیونزم نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ زمین حکومت کی ہے اس لئے حکومت کو اختیار ہے کہ وہ جہاں جو چیز بونا مناسب سمجھے۔ زمیندار کو اسی کے بونے پر مجبور کرے اور چونکہ زمیندار اپنے تجربہ کی بنا پر خاص خاص اجناس کے بونے میں ماہر ہوتے ہیں اس لئے یہ بھی اصل تسلیم کیا کہ زمینداروں کو ان کی قابلیت کے مطابق جس علاقہ میں چاہے بھجوا دے جب اس نظام کو اس کی تمام تفاصیل کے مطابق ملک میں رائج کیا گیا تو زمینداروں نے محسوس کیا۔

(۱) ان کو محض مزدور کی حیثیت دے دی گئی ہے اور عام تاجر اور صناع سے بھی ان کا درجہ گرا دیا گیا ہے

(۲) ان کے عائلی نظام کو تہہ و بالا کر دیا گیا ہے کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ زمین کو عمدہ بنانے میں جو بھی محنت کریں ان کی نسل ان کی محنت سے فائدہ اٹھانے سے روک دی جائے۔

(۳) ان کو ہر وقت اپنے وطنوں سے بے وطن ہونے کا خطرہ ہوگا

(۴) وہ اپنی روزمرہ کی ضروریات زمین سے پیدا نہ کر سکیں گے بلکہ وہی اشیاء بو سکیں گے جن کی حکومت انہیں اجازت دے اور اس طرح ان کا وہ پرانا نظام جس کے ماتحت وہ اپنے گاؤں اور قصبہ میں مکمل زندگی بسر کر رہے تھے تباہ ہو جائے گا

ان حالات کو دیکھ کر انہوں نے بغاوت کر دی اور سالہا سال تک روس میں زمینداروں کی بغاوت زور پر رہی اور اجناس کی پیداوار بہت کم ہوگئی۔ آخر موسیو سٹالن نے اس نظام کو منسوخ کر کے پرانے نظام کو پھر قائم کیا۔ زمینداروں کو ان کی زمینوں کا مالک قرار دیا گیا۔ اور نسل بونے کے بارہ میں بہت حد تک ان کو آزادی دے دی گئی۔ اس طرح بغاوت تو فرو ہوگئی لیکن خود بالشویک لیڈر کے فیصلہ کے مطابق کمیونسٹ نظام کی غلطی پر مہر لگ گئی۔ چنانچہ موسیو سٹالن کے دشمنوں نے ان پر یہ ایک الزام بھی لگایا ہے کہ زمینوں کے متعلق لینن کے مقرر کردہ نظام کو انہوں نے توڑ کر کمیونزم سے بغاوت کی ہے اور موسیو سٹالن نے اس کا جواب یہ دیا کہ اصل نصب العین کمیونزم کا عوام کی حکومت ہے۔ سو اس نصب العین کے حصول کے لئے اگر دوسرے اصول بدل دیئے جائیں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ مگر بہرحال ان کے جواب سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ کمیونزم ایک مستقل فلسفہ کی حیثیت میں کم سے کم زمینوں کے متعلق اقتصادی نظام قائم کرنے میں بالکل ناکام رہا ہے اور خود اس کے لیڈروں نے اسے تسلیم کر لیا ہے کہ اس کے اصول بطور فلسفہ کے جاری نہیں کئے جا سکتے۔ بلکہ حسب ضرورت ان میں تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ کمیونزم کے سوا دوسرے اصولوں کی مدد سے ملک اور قوم کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔

دینِ حق کے کامیاب اقتصادی نظام کے مقابل پر یہ زبردست ناکامی دینِ حق کی تعلیم کی برتری کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

اور اس کا ثبوت بھی کہ کمیونزم کوئی اصولی فلسفہ نہیں بلکہ محض ایک سیاسی تحریک ہے جس کی اصل غرض روس کو طاقتور بنانا ہے اور اسے مذہب کے مقابل پر کھڑا کر کے سچائی اور دیانت کا منہ چڑاتا ہے۔ چنانچہ سٹیفن کنگ حال ممبر پارلیمنٹ انگلستان۔ حال ہی میں روس کا دورہ کر کے آئے ہیں۔ ان کا ایک مضمون سوویٹ یونین نیوز ماہ جون میں چھپا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ روس کے اس وقت دو بڑے مقصد ہیں۔

(۱) روس کو از سرِ نو تعمیر کرنا

(۲) روس کو دنیا میں سب سے بڑا۔ سب سے اچھا سب سے زیادہ مالدار قوم بنانا ہے

یہ اقتباس حضرت امام جماعت الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے اس لیکچر میں سے لیا گیا ہے جو آپ نے ۲۶ فروری ۱۹۴۵ء کو احمدیہ ہوسٹل ۳۲ ڈیوس روڈ لاہور میں احمدیہ کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کی دعوت پر دیا تھا اور جس کی صدارت مسٹر رامچندر منچندا ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور نے کی تھی۔

علمی مسائل

حقیقت یہ ہے کہ نمازوں میں سستی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا وصال ہاتھ سے جاتا ہے۔ اور اس کی صفات کا علم انسان کو حاصل نہیں ہوتا۔ پس اس کے نتیجے میں ضلال پیدا ہوتا ہے دعا کی کمی کی وجہ سے ناکامی آتی ہے۔ اتباع شہوات سے علم اور دلیل سے رغبت کم ہو کر جہالت میں انہماک پیدا ہوتا ہے اور ان سب چیزوں کے جمع ہونے کی وجہ سے ہلاکت پیدا ہوتی ہے (۔) سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور مناسب حال عمل کئے۔

صالح کے معنے نیک عمل کے نہیں بلکہ مناسب حال عمل کے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص جہاد کے وقت نماز پڑھنے لگ جائے تو بے شک عمل نیک کر رہا ہوگا مگر وہ عمل صالح نہیں ہوگا اگر کوئی شخص نماز کے وقت وعظ شروع کر دے تو گو وعظ ایک عمل نیک ہے مگر وہ عمل صالح نہیں کہلائے گا۔ اگر ایک شخص عید کے دن کھانے سے پرہیز کرتا ہے۔ (روزہ تو عید کے دن شیطان رکھتا ہے) یا نہانے دھونے کی طرف توجہ نہیں کرتا تو بے شک یہ تو کہا جا سکے گا کہ اس شخص کے اندر زہد پایا جاتا ہے۔ مگر اس کا یہ عمل عمل صالح نہیں کہلائے گا یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم جہاں بھی زور دیتا ہے خالی نیک عمل پر زور نہیں دیتا بلکہ ایسے عمل پر زور دیتا ہے جو مناسب حال ہو۔ وہ کہتا ہے چندے کا موقع ہو تو چندہ دو۔ نماز کا موقع ہو تو نماز پڑھو راز داری سے کام لینے کا موقع ہو تو راز داری سے کام لو جہاد کا موقعہ ہو تو جہاد کرو۔ ذکرِ الٰہی کا موقعہ ہو تو ذکرِ الٰہی کرو۔ (۔) یہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل کئے جائیں گے اور ان پر ذرہ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

جنات عدن۔ وہ کیا ہے جنت وہ جنتیں ہیں۔ عدن والی۔ یعنی ہمیشہ رہنے والی۔ عدن سے وہ عدن مراد نہیں جو عرب کا ایک حصہ ہے اور اس کے جنوب مغرب میں واقع ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ایسی جنتیں ہونگی جو ہمیشہ رہنے والی ہونگی۔

عدن کے معنے عربی زبان میں قائم رہنے کے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں عَدَنَ بالمکان اقامته ... یعنی عَدَنَ بالمکان کے معنے کسی جگہ مستقل رہائش اختیار کر لینے کے ہوتے ہیں اور عدن البلد کے معنی شہر کو اپنا وطن بنا لینے کے ہوتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جنتِ عدن بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ جنت مستقل رہائش گاہ کا نام ہوگا اور اس میں انسان دائمی طور پر رہے گا پھر فرماتا ہے۔ (۔) یہ وہ جنتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے غیب کے ساتھ یا غیب کے مطابق وعدہ کیا ہے "بالغیب" سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس وقت ان سے ان جنتوں کا وعدہ کیا جب کہ وہ نظر نہیں آتی تھیں۔ یعنی بظاہر ان جنتوں کے ملنے کے کوئی آثار نہیں

باقی صـ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر میاں محمد افضل

صحت و تعلیم ــــ دو بنیادی ضروریات

آج کے دور میں ہر سوسائٹی کے دو بنیادی تقاضے ہیں۔ یعنی افراد کے اذہان کو علم سے جلا بخشنا تاوہ ترقی کی منازل کی طرف گامزن ہو سکیں اور ان کی جسمانی صحت کا معقول انتظام کیا جانا تا جسم بھی صحت مند ہو اور دماغ بھی صحت مند۔ ان دونوں سے بڑھ کر روحانی طور پر صحت مند ہونا بھی ازحد ضروری ہے۔ مگر یہ مختصر مضمون تینوں امور کی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکے گا اس لیئے تعلیم اور صحت کے ذکر پہ اکتفا کیا جائے گا۔

جب ہم علم کی روشنی کا ذکر کرتے ہیں تو یہ جان کر سخت دکھ ہوتا ہے کہ ۴۴ سال گذرنے کے باوجود ابھی تک پاکستان میں بہت اندھیرا ہے۔ ملک کی شرح خواندگی اگر ۲ر۲۶ فی صد ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریباً تین چوتھائی آبادی ابھی اندھیروں میں بھٹک رہی ہے اور روشنی کی وہ ننھی سی کرن جو پھوٹی ہے بمشکل ایک چوتھائی تک پہنچ پائی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ کوششیں ہوئیں۔ دیئے جلائے گئے اور بعض شائد اب بھی ٹمٹما رہے ہوں۔ ان سے یقیناً اندھیرا کم ہوا ہو گا۔ مگر ٹریجڈی یہ ہوئی کہ بہت سے لیمپ ایسے تھے جن میں تیل ہی نہیں ڈالا گیا۔ (نئی روشنی سکولوں میں لیمپ گورنمنٹ کی طرف سے مہیا کئے گئے تھے مگر......) اور وہ جو لیمپ جلے بھی تو اب بجھ چکے ہیں۔ کوشش تو کئی بار ہوئی مگر غیر سنجیدگی اور ناقص پلاننگ کا شکار ہو گئی۔ اس ضمن میں ایک اہم امر یہ ہے کہ ہمارے ہاں آبادی بڑھنے کی رفتار خطرناک حد تک تیز ہے۔ یکم جنوری ۱۹۹۱ء کو پاکستان کی آبادی ۱۱ کروڑ ۴۰ لاکھ تھی۔ اگر ایک سال میں یہ ۱ء۳ فی صد بڑھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک سال میں ۳۴-۳۵ لاکھ بچے جنم لیں گے۔ جو پانچ سال کی عمر میں سکول جانے کے قابل ہو جائیں گے۔ پہلے اعداد و شمار کے مطابق تو ان میں سے صرف آدھے سکول داخل ہوتے تھے۔ آج ہم ساٹھ فی صد کی بات کرتے ہیں۔ اور اگر ہماری مساعی جمیلہ سے پانچ سال میں یہ فی صد ۶۵ تک پہنچ جائے تو بھی ایک سال میں سوا بارہ لاکھ بچے حصولِ تعلیم سے محروم رہیں گے۔ اس طرح اگر ہر سال ناخواندہ افراد کی تعداد میں ۱۱-۱۲ لاکھ کا اضافہ ہوتا رہے تو خواندگی کی شرح بڑھنے کی بجائے مزید کم ہو جائے گی۔ یہ تو رہا خواندگی کا ذکر۔ اب سکولوں کی طرف آئیں۔ پاکستان اکنامک سروے (۱۹۹۰-۹۱) کے مطابق اب ہم پرائمری سکولوں کے معاملہ میں آخر ایک لاکھ کی حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اور اب انکی تعداد ۱ر۲۷ر۵۷۵ ہے لیکن ان کی حالتِ زار کے متعلق یہ اعداد و شمار خاموش ہیں ان میں سے جو ۲۹،۰۰۰ سکول بے در و دیوار تھے۔ شاید ابھی تک انہیں چھت نصیب نہیں ہوئی نہ کوئی چار دیواری ملی۔ اس کے متعلق اربابِ اختیار کا چپ سادھ لینا معنی خیز ہے۔ کاغذی خانہ پُری تو ہم نے کر لی لیکن اگر سکول کو عمارت بھی نصیب نہ ہو اور وہ "بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیئے" کا نقشہ پیش کر رہا ہو تو ان میں پڑھائی کیا ہو سکتی ہے۔ مانا کہ ان میں فیس نہیں ہے یا نہ ہونے کے برابر ہے لیکن یہی ایک امر تسلی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اصل مقصد تو علم کا حصول ہے جس کے لیئے مناسب ماحول بھی ضروری ہے۔ دوسرے پڑھانے والوں کا ذوق شوق اور ان کی مناسب تعلیمی قابلیت بھی۔ ماحول کا اندازہ تو ہم نے کر ہی لیا کہ یا تو عمارت ہی موجود نہیں یا خستہ حال ہے۔ یا ایسی جس میں کسی طرح کی کوئی کشش نہیں۔ یعنی بیٹھنے کو نہ کرسی ہے نہ بنچ۔ ٹاٹ پہ ہی گذارہ کیجئے۔ اور کسی جگہ یہ بھی عنقا ہے۔ گھر سے بوریہ اٹھا لائیے اور اسے کچے فرش کی بڑی مہمان نواز مٹی (جو آپ کے لباس سے چمٹ کر اپنی بے پناہ محبت کا ثبوت دے گی) پہ بچھا دیجئے ایسے سکول میں طالب علم کے لیئے کہاں تک کشش ہو سکتی ہے۔ پھر استاد صاحب ہیں جن کی تعلیم کم اور افکارِ پریشانی زیادہ ہیں۔ وہ اس ماحول میں علم کی کتنی خدمت کر سکیں گے۔ استاد صاحب ہیں ان کی عزت مقصود ہے۔ اسی لیئے مزید کچھ کہنے سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہو گا۔

یہ تو رہے ایک قسم کے سکول جن کی خستہ حالی فریاد کناں ہے۔ اور جن کا معیار تعلیم ایسا کہ بس کچھ نہ پوچھیئے۔ اب گورنمنٹ نے اجازت دے دی ہے کہ پرائیویٹ ادارے کھولے جائیں اور یہ ایک صحیح سمت میں قدم اٹھایا گیا ہے۔ کیونکہ ۱۹۷۲ء میں جب ایک نادر شاہی حکم کے تحت پرائیویٹ ادارے حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیئے تو ان اداروں کو اور بحیثیتِ مجموعی تعلیم کو بہت نقصان پہنچا۔ اسی لیئے پرائیویٹ سیکٹر کو پھر یہ ذمہ داری سونپ کر ایک احسن قدم اٹھایا گیا ہے۔

آیئے ایسے اداروں کے اندر جھانکیں یقیناً یہ ہمیں متاثر کرینگے۔ بعض ایسے ہیں جن کے باہر چھٹی کے وقت کاروں کی قطاروں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ نظر آتا ہے۔ اندر جھانکیں تو کلاس روم اچھے دکھائی دیتے ہیں۔ بعض تو ایئر کنڈیشنڈ بھی ہیں۔ استانیاں انگریزی بولتی ہوئی سنائی دیتی ہیں (اور بعض ٹھیک بھی بول رہی ہوتی ہیں) یہ سب بہت اچھا ہے۔ لیکن ان کی فیس ملاحظہ کیجئے۔ کوئی ۵۰۰ روپے ماہانہ لے رہا ہے کوئی ۱۰۰۰ اور کوئی ۷۰۰۔ کچھ ادارے ایسے بھی ہیں جو چار پانچ ہزار ماہانہ تک وصول کر رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ادارے عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہیں۔ ان میں صرف خواص ہی جا سکتے ہیں۔ یا وہ جن پہ سُن برس رہا ہے اور وہ دونوں ہاتھوں سے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔ تعلیم تو ہم نے بظاہر بہتر کر دی لیکن طبقاتی فرق کو ہم نمایاں کرتے جا رہے ہیں۔ معاشرے میں ہم ایسی طبقاتی لکیریں کھینچ رہے ہیں یا دراڑیں ڈال رہے ہیں جو دن بدن گہری ہوتی جائیں گی۔ ایک عام آدمی کا بچہ اپنے ہمسایہ کے بچے کو ایسے انگلش میڈیم سکول میں جاتے دیکھتا ہے تو وہ ایک آہ بھر کے رہ جاتا ہے۔ اس میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ احساس کئی شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔ بچہ ڈرا سہما ہوا رہے گا یا معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرے گا اور اعتماد کی دولت سے محروم ہو جائے گا۔ یا پھر یہ احساس اُسے معاشرہ کے خلاف بغاوت پر اکسائے گا۔ اسی لیئے پیشتر اس کے کہ حالات دگرگوں ہوتے چلے جائیں ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ہم بظاہر تعلیم کا پرچم بلند کرتے ہوئے کس سمت جا رہے ہیں۔ کیا ہم نئے مسائل کو جنم نہیں دے رہے۔ کیا ہم معاشرہ میں دیواریں نہیں کھڑی کر رہے، کیا ہم سوسائٹی کو خطرات سے دوچار کرنے کے سامان نہیں پیدا کر رہے۔ اور کیا اس عمل کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی طبقاتی کشمکش کسی مثبت سوچ قومی یکجہتی اور ملکی ترقی کے کاموں میں حائل نہیں ہو گی۔ بدیں وجوہ یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ پرائیویٹ سکولوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی فیسوں کو گورنمنٹ کسی مناسب حد کے اندر رکھنے کے لیئے اقدام کرے۔ وگرنہ سوسائٹی کے بکھرنے کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔

اب تھوڑی سی بات ہمارے جسمانی علاج معالجہ کی سہولتوں کے متعلق ہو جائے۔ پہلے کچھ اعداد و شمار ملاحظہ کیجئے جو ان سہولیات کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ پاکستان اکنامک سروے (۱۹۹۰-۹۱) کے مطابق پاکستان میں صرف ۷۳۳ ہسپتال ہیں۔ ان کے علاوہ ۳۷۱۴ ڈسپنسریاں اور ۴۲۱۱ بنیادی ہیلتھ یونٹ ہیں۔ ان کے علاوہ ۴۵۵ دیہی ہیلتھ یونٹ بھی ہیں۔ گویا ساڑھے گیارہ کروڑ کی آبادی کے لیئے صرف ۷۳۳ ہسپتال ہیں جن میں مریض بوقتِ ضرورت داخل ہو سکتے ہیں۔ دوائی حاصل کرنے کیلئے ڈسپنسریوں اور ہیلتھ یونٹوں کو ملا کے ۸۳۸۰ مقام سہولت بنتے ہیں۔ گویا ساڑھے گیارہ کروڑ کے لیئے بمشکل ۹ ہزار ایسی جگہیں ہیں جہاں امراض کا کسی حد تک علاج ہو سکتا ہے۔ بالفاظِ دیگر ۱۳ ہزار افراد کے لیئے ایک چھوٹی سی ڈسپنسری یا کہیں کہیں ہسپتال مل سکے گا۔ ڈاکٹروں کا اگر حساب لگایا جائے تو سارے پاکستان میں ۵۱۸۸۳ رجسٹرڈ ڈاکٹر ہیں (یعنی ہسپتالوں کے علاوہ وہ بھی جو پرائیویٹ کام کر رہے ہیں) بظاہر یہ کافی بڑی تعداد لگتی ہے، لیکن ہمارے ہاں ماحول کی غلاظت۔ ناقص غذا، مہنگائی اور غربت کے امتزاج کے نتیجہ میں فاقہ کشی۔ نئی نئی بیماریوں کو جنم دینے کا باعث ہیں۔ ایسے میں چند ڈاکٹر اس صورتحال سے کیسے نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔ ابھی تک ہم نے ایک اور بات کو نظر انداز کیا۔ یعنی یہ پچاس ہزار ڈاکٹر سرکاری ہسپتالوں میں تو کام نہیں کر رہے بلکہ اُن میں سے نصف سے زیادہ پرائیویٹ کلینک کھولے بیٹھے ہیں۔ یا اگر وہ ہسپتالوں میں بھی بطور سپیشلسٹ متعین ہیں تو اپنی حقیقی یا نمائشی مصروفیت کی بنا پر مریضوں کی طرف توجہ نہیں دے سکتے۔

ہاں! مریض کو اس مفید مشورہ سے ضرور نوازتے ہیں کہ وہ ان کے پرائیویٹ کلینک پہ تشریف لائے۔ وہاں ڈاکٹر صاحب کے پاس وقت بھی ہو گا۔ ان کا موڈ بھی اچھا ہو گا کیونکہ دولت کی دیوی اُن پہ مسکرا رہی ہو گی۔ یہ بجا کہ پرائیویٹ کلینکوں کی ازحد ضرورت ہے۔ کیونکہ ہسپتال ناکافی ہیں اور ان میں مریضوں کا اتنا رش ہو جاتا ہے کہ مریض اپنی باری کا انتظار کرتے کرتے ادھ موا ہو

باقی ص ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نسیم سیفی

کاغذی ہے پیرہن

تصویر میں نائیجیریا کے گورنر جنرل آگے بڑھ کر ملکہ الزبتھ ثانی کا استقبال کر رہے ہیں۔ ایکیجا ایئرپورٹ سے لیگوس آتے ہوئے جہاں لیگوس کی حد شروع ہوتی ہے وہاں پر ملکہ الزبتھ کے استقبال کا انتظام کیا گیا تھا۔ وہیں پر ان کا جہاز اترا جس کے قریب ہی انکے لیئے ڈائس بنائی گئی تھی اور سامنے لیگوس کے چند افراد جو ان کے استقبال کے لیئے بلائے گئے تھے۔ تشریف رکھتے تھے۔ خاکسار بھی اس موقع پر موجود تھا اور میں نے اپنی نشست ہی سے ملکہ الزبتھ کی جو تصویر لی تھی وہ اس وقت پیشِ نظر ہے۔ لیگوس کے چیف اوبا آڈے نیجی اڈیلے جو لیگوس ٹاؤن کونسل کے صدر بھی تھے۔ نے استقبالیہ ایڈریس پڑھا۔ ایڈریس میں آپ نے اس بات کا ذکر کیا کہ نائیجیریا کا برطانیہ سے ۱۸۵۱ء سے تعلق ہے اور لیگوس کے بادشاہ (اوبا) کے محل پر پہلی دفعہ ۶ر اگست ۱۸۶۱ء کو برطانیہ کا جھنڈا لہرایا گیا تھا۔ اس محل کو اگا ادو لگار کہتے تھے۔ اوبا اڈیلے نے اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ اس وقت سے لیکر اب تک نائیجیریا نے اس تعلق سے خاصا فائدہ اٹھایا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کی ہے۔

اس سے تین ہفتے قبل خاکسار نے اپنے ہفتہ وار "دی ٹروتھ" میں ایک اداریہ کے ذریعے ملکہ الزبتھ کو "خوش آمدید" کہا تھا۔ اس اداریہ میں خاکسار نے دو باتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ایک یہ کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے ملکہ وکٹوریہ کے نام بھیجی گئی کتاب کا اور دوسرے اس بات کا کہ نائیجیریا کے لوگ تو ملکہ کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے سیاسی آزادی کا ذکر کرتے ہیں اور ہم بھی اس ذکر میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ لیکن ہمیں ایک اور آزادی کی طرف بھی ملکہ برطانیہ کی توجہ مبذول کرانا ہے اور وہ ہے مذہبی آزادی جو ان کی مملکت میں کئی خطوں میں ہمیں صحیح معنوں میں حاصل نہیں ہے۔ اس اداریہ کے ایک ہفتہ بعد اخبار ٹروتھ کے کالم نویس مسٹر دائی۔ اے۔ صافی نے اپنے کالم "نیو نائیجیریا" (نیا نائیجیریا) میں جو بچوں اور نوجوانوں کے لیئے "ٹروتھ" میں شائع کیا جاتا تھا ملکہ کی متوقع آمد کا ذکر کیا۔

ملکہ برطانیہ کا یہ نائیجیریا کا تین ہفتے کا دورہ تھا۔ ان تین ہفتوں میں آپ ملک کے مختلف حصوں میں تشریف لے گئیں اور ہر جگہ آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ لیگوس میں جو مختصر سا قیام ہوا اس کے دوران نائیجیریا کے گورنر جنرل نے ایک شام "گیٹ ٹوگیدر" GET TOGETHER کا انتظام کیا۔ جس میں متعدد عمائدین شہر کو مدعو کیا گیا تاکہ وہ ملکہ اور ان کے شوہر پرنس فلپ ڈیوک آف ایڈنبرا سے ملاقات کر سکیں۔ میں اور میری اہلیہ بھی اس موقعہ پر مدعو تھے۔ ملکہ سے ملاقات کا تو صرف اتنا ہی انتظام تھا کہ انہیں ایک حلقے میں کھڑا کر دیا گیا۔ جہاں وہ کچھ عرصے کیلئے چہل قدمی کرتی رہیں اور لوگ اس حلقے سے باہر انہیں دیکھتے اور اپنے آداب پیش کرتے رہے۔ لیکن جہاں تک ان کے شوہر کا تعلق ہے ان کے ساتھ صحافیوں کی ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ وہ ایک ایک کر کے صحافیوں سے ملتے تھے۔ جب میری باری آئی تو چونکہ میں اپنے لباس اور وضع قطع کی بنا پر دوسروں سے مختلف تھا۔ مجھ سے معانقہ کر کے مسکرائے اور پوچھا آپ کا تعلق کس ملک سے ہے۔ میں نے اپنا تعارف کرایا کہ پاکستان سے آیا ہوں اور یہاں احمدیہ جماعت کی ذمہ داریاں میرے سپرد ہیں اور اس کے علاوہ میں ایک اخبار "دی ٹروتھ" کا مدیر بھی ہوں۔ اخبار کا نام سن کر آپ نے کہا "یہ نام تو آپ نے بڑا حوصلہ مندانہ رکھا ہے۔ ٹروتھ یعنی سچائی کا کہاں اور کس حد تک ملنے اس دور میں ملنے کا امکان ہے!" میں نے ان سے کہا کہ چونکہ اس دور میں سچائی کا ملنا آسان نہیں ہے اسی لئے ہم نے سچائی ہی کو پیش کرنے کے لیئے اپنے اخبار کا نام "دی ٹروتھ" رکھا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہم زرد صحافت نہیں کرتے بلکہ حق بات کہتے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ سب لوگ حق بات کہنے کی طرف مائل ہوں اور حق بات کریں۔ کیونکہ دنیا کا امن و امان اور ہر خطے کی بہبود اسی بات پر مبنی ہے کہ سچ کو فروغ دیا جائے۔ شائد کچھ اور بھی باتیں ہوئی ہوں لیکن اس وقت صرف یہی باتیں یاد آرہی ہیں۔ یہ ملاقات ۱۹۵۶ء میں ہوئی تھی۔ ملکہ الزبتھ کے اعزاز میں سکولوں اور کالجوں (سیکنڈری سکولوں) کے طلباء نے ایک ریلی کا انتظام کیا جس میں نائیجیریا کے مختلف رقص پیش کیئے گئے اور دیگر کئی طرح سے ان کی خوشنودی کا اہتمام کیا گیا۔ اس ریلی میں ۱۲۵ سکولوں کے ۳۰۰۰۰ طلباء شامل ہوئے (اس وقت سنا گیا تھا کہ جو بچے اس ریلی میں شامل ہوئے ہیں انکی تعداد ۳۰۰۰۰ ہے جن میں سے کئی ہزار بسوں کے ذریعے پہنچے اور اسی طرح خاصی تعداد ریلوے اور کشتیوں کے ذریعہ لیگوس پہنچے) اس موقعہ پر یوروبا زبان میں خوش آمدید کہنے کے لیئے تمام طلباء نے زور زور سے کابی ایسی اکابو۔ اکابو روبا وا لیمی خوش آمدید۔ کابی ایسی کا مطلب ہے اے ہماری ملکہ ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اکابو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ اکابو ادبا وا اے ہماری ملکہ ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ زور زور سے ان نعروں کے نعرے پر فضا گونج اٹھی لیکن جب ذرا سا فضا میں سکون ہوا تو ہمارے فضل عمر احمدیہ سکول کے طلباء نے اہلاً و سہلاً و مرحبا کہہ کر فضا کو دوبارہ مرتعش کر دیا۔ جب دیگر طلباء خوش آمدید کہہ رہے تھے تو چونکہ وہ الفاظ تو سب کانوں کو مانوس تھے کسی نے زیادہ توجہ نہ دی۔ لیکن جب ہمارے سکول کے طلباء نے اہلاً و سہلاً و مرحبا کہا تو الفاظ لوگوں کے لیئے غیر مانوس ہونے کی وجہ سے سب کی توجہ ہمارے سکول کی طرف ہوگئی۔ اور لوگ ایکدوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ طلباء کیا کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ جس حد تک ممکن ہو سکا لوگوں کو بتایا کہ یہ بھی خوش آمدید ہی کا نعرہ لگا رہے ہیں۔

۱۹۲۵ء میں پرنس آف ویلز نائیجیریا آئے تھے تو اس وقت بھی ان کا والہانہ استقبال کیا گیا تھا۔ اوبا آڈے نیجی اڈیلے نے اپنے استقبالیہ میں پرنس آف ویلز کی آمد کا بھی ذکر کیا تھا۔ اور یہ بات بھی کہی تھی کہ جب پہلی دفعہ لیگوس میں برطانیہ کا جھنڈا اوبا کے محل پر لہرایا تو اس وقت ملکہ وکٹوریہ حکمران تھیں۔

واپسی پر ملکہ معظمہ نے اپنے پیغام میں اس بات کو دہرایا کہ امید ہے کہ نائیجیریا اور برطانیہ دوستوں کی طرح مل کر اپنے کام میں مصروف رہیں گے۔ اور نائیجیریا ہمیشہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے گا۔ چونکہ برطانوی حکام اس بات سے خائف تھے کہ نائیجیریا کو آزادی ملنے کے بعد نہ جانے ان کا کیا حشر ہوگا۔ ملکہ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو کسی طرح بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ صبر سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہیں۔ اور اس سلسلے میں نائیجیریا کا شکریہ ادا کیا کہ وہ برطانوی حکام سے بہت اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ مل جل کر نائیجیریا کی ترقی کو آگے سے آگے بڑھاتے رہتے ہیں۔

اس پیغام سے یہ بات خاص طور پر سامنے آتی تھی کہ جہاں نائیجیریا کے لوگوں کی آزادی کے لیئے انہیں تیار کیا جا رہا ہے۔ وہاں برطانوی حکام جو سارے نائیجیریا میں پھیلے ہوئے تھے۔ انہیں بھی یہ یقین دہانی کرائی جا رہی ہے کہ ان کی ملازمتیں اور ان کے عہدے قائم رہیں گے اور انہیں کسی مشکل کا سامنا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر برطانوی حکام کو یہ یقین دہانی نہ کرائی جاتی اور وہ اپنے خیال میں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے تو اس بات کا امکان تھا کہ آزادی کی رو کو مزید کچھ عرصے تک پوری طرح پنپنے نہ دیتے گویا کہ کہا جا سکتا ہے کہ ملکہ کے مختصر سے پیغام نے نائیجیریا کے لوگوں کو بھی طمانیت عطا کی اور برطانوی حکام کو بھی اس بات کا یقین دلا دیا کہ وہ ہر طرح سے محفوظ ہیں۔

ملکہ معظمہ کے دو کالونیل سیکرٹریوں مسٹر لینکس بائڈ اور مسٹر ہیرلڈ میکملن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ خاص طور پر ان کی پریس کانفرنسوں کا۔ ہیرلڈ میکملن کو تو احمدیہ جماعت کی کتب کا تحفہ بھی پیش کیا گیا تھا۔ اور اسی طرح ان کی بیگم کو صدر لجنہ اماءاللہ نائیجیریا کی طرف سے کتابیں دی گئی تھیں۔ اب یاد آیا کہ اس سے پہلے۔ اور ملکہ کی آمد سے بھی پہلے۔ ایک اور کالونیل سیکرٹری سے بھی ملاقات کا موقعہ ملا تھا۔ وہ تھے مسٹر لٹل ٹن۔ ان کی پریس کانفرنس میں شرکت کے موقعہ پر خاکسار ان سے تیسرے چوتھے نمبر پر بیٹھا ہے۔ اور کانفرنس کے دوران حسب ضرورت بعض سوالات کرنے کا بھی موقعہ ملا۔ گویا کہ خاکسار کے نائیجیریا کے قیام کے دوران تین کالونیل سیکرٹریوں سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ چوتھے سے ملاقات تو نہیں ہوئی تھی۔ لیکن محترم حکیم فضل الرحمان صاحب نے بیت الاحمدیہ کے مقدمہ کے سلسلے میں جو خط انہیں لکھا تھا اس کا جواب گورنر جنرل کے پاس آیا۔ اور اس

باقی صفحہ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عبدالباسط شاہد

الفضل — اہمیت وضرورت

حضرت فضل عمرؓ نے جون ۱۹۱۳ء میں الفضل اخبار جاری فرمایا۔ اخباری دنیا سے واقف حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ اخبار کے لئے وسیع مالی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے مگر حضور کے مالی وسائل کا اندازہ تو مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتا ہے۔ جو حضور نے اپنی مالی حالت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمائی۔

"مجھے اس وقت -/۶۰ روپے ملتے تھے جن میں سے دس روپے ماہوار تو میں تشحیذ پر خرچ کرتا تھا۔ (رسالہ تشحیذ الاذہان) دو بچے تھے بیوی تھی اور گو کوئی خاص ضرورت تو نہ تھی مگر خاندانی طور طریق کے مطابق ایک کھانا پکانے والی اور ایک خادمہ بچوں کے رکھنے اور اوپر کے کام میں مدد دینے کے لئے میری بیوی نے رکھی ہوئی تھی۔ سفر اور بیماری وغیرہ کے اخراجات بھی اسی میں سے تھے۔ پھر مجھے کتابوں کا شوق بچپن سے ہے چنانچہ اس گزارہ سے اپنی علمی ترقی کے لئے اور مطالعہ کے لئے کتابیں بھی خریدتا رہتا تھا اور کافی ذخیرہ میں نے جمع کر لیا تھا؛

اس مالی بے بضاعتی کے باوجود اخبار کیوں جاری کیا گیا؟ اس کا جواب حضور کے الفاظ میں یہ ہے کہ ۔۔۔۔ میں بے مال و زر تھا۔ جان حاضر تھی مگر جو چیز میرے پاس نہ تھی وہ کہاں سے لاتا۔ اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے۔ ان کی سستی کو جھاڑے ان کی محبت کو ابھارے۔ ان کی ہمتوں کو بلند کرے۔ اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس کی خواہش میرے لئے ایسی ہی تھی جیسے ثریا کی خواہش۔ نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔ آخر دل کی بے تابی رنگ لائی۔ امید بر آنے کی صورت ہوئی ۔۔۔۔ خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسے ہی ہے جیسے کنوئیں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو جو اس زمانہ میں شاید سب سے زیادہ مذموم تھا۔ اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے"

الفضل ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء

اس بے سروسامانی کے عالم میں خدا تعالیٰ کے فضلوں پر بھروسہ کرتے ہوئے "الفضل" اخبار جاری کیا گیا حضور کی نیک خواہشات اور دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس اخبار کو نہایت اہم اور ضروری و بنیادی خدمت کی توفیق عطا فرمائی اور اپنے اجراء سے لے کر آج تک (درمیانی بندش کے سوا) یہ اخبار جماعت کا ترجمان اور مرکزی آرگن سمجھا جاتا ہے ویسے تو شاید کوئی اور اخبار بھی ایسا مل جائے جو اتنے عرصہ سے مسلسل شائع ہو رہا ہو۔ مگر جس پیار۔ محبت اور عقیدت سے اس اخبار کی پذیرائی ہوئی اور قدردان اس کو پوری توجہ سے پڑھتے اور اس کی فائلوں کی حفاظت کرتے ہیں اس لحاظ سے یہ اخبار اپنی مثال آپ اور دنیا کا منفرد اخبار ہے۔

الفضل کے ایک مداح اور قدردان نے ۱۹۴۴ء میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:

پیاروں کی خیریت کا کون خواہشمند نہیں ہوتا اور وہ کون ہے جو اپنے گھر سے خط آنے کا منتظر نہیں ہوتا۔ زخمی دلوں کے لئے گھر سے آیا ہوا خط مرہم ہوتا ہے۔ الفضل کیا ہے؟ محبوب کی خیریت کی خبریں لانے والا۔ پیارے (فضل عمر) کی پیاری باتیں سنانے والا۔ علم و عرفان کی شراب سے پیاسوں کی پیاس بجھانے والا۔ گرتے ہوؤں کو تھام لینے والا۔ خوابیدہ دلوں کو بیدار کرنیوالا۔ رستہ بھولے ہوؤں کو صراط مستقیم پر چلانے والا اور چلتے ہوؤں کو اور تیز کرنے والا۔ لاعلاج بیماریوں کو جڑوں سے کاٹ کر دور پھینک دینے والا۔ شکوک و شبہات کی سردیوں سے ٹھٹھرنے والوں کو روحانی نمونیہ سے بچانے والا ۔۔۔ ہم (مرکز) سے دور دارالامان سے دور اپنے پیارے اور محبوب وطن سے اور حضرت محمود کی زیارت کو ترستے ہوؤں کو ۔۔۔۔ بولتی چالتی تصویر دکھلانے والا۔

اتنی خوبیوں والا اخبار جس کے صفحوں پر ہمیں سیدنا فضل عمر کی نورانی صورت نظر آجاتی ہے اگر کسی دن نہ آئے تو اس دن کو ہم اگر کم برکتوں والا مقابلۃً دوسرے دنوں کے کہیں تو کوئی نازیبا حرکت نہیں ہوگی۔

الفضل ۷ مئی ۱۹۴۴ء

یہ جذبات کسی ایک احمدی کے نہیں بلکہ ہر احمدی بالعموم اور اخبار الفضل کا ہر قاری بالخصوص یہی جذبات رکھتا ہے بلکہ موجودہ حالات میں جبکہ ہمیں یہ سہولت اور آسانی میسّر نہیں ہے کہ ہم جب چاہیں مرکز میں جا کر امام کی زیارت و ملاقات کی نعمت سے متمتع ہو سکیں اس اخبار کی اہمیت و ضرورت پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے کیونکہ ہم اس اخبار کے ذریعہ اس کمی کو پورا کر سکتے اور حضور کے ارشادات و ملفوظات سے متمتع ہو سکتے ہیں۔

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات

صدر کا اختیار (سزا ختم کرنا)

گزشتہ روز اٹارنی جنرل مسٹر عزیز اے منشی نے لاہور ہائی کورٹ کے ایک فل بنچ کو بتایا کہ قصاص اور دیت آرڈی ننس کی وجہ سے حکومت صدر مملکت کے اس اختیار کو زیر غور لا رہی ہے جو دستور کے آرٹیکل ۴۵ کے تحت انہیں حاصل ہے یعنی جس شخص کو موت کی سزا دی گئی ہو اسے سزا معاف کر دی جائے یا کم کر دی جائے۔ وغیرہ۔ مسٹر منشی ایک سو (۱۰۰) رٹ پیٹیشنز کے سلسلے میں اپنے دلائل دے رہے تھے۔ یہ پٹیشنز صدر مملکت کے ۱۹۸۸ء کے اس آرڈر کے خلاف ہیں جس میں موت کی سزا دیئے جانے والوں کو انہوں نے معاف کر دیا تھا یہ سزا ان مجرموں کو قانونی عدالتوں کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہائی کورٹ کے فل بنچ میں مسٹر جسٹس ریاض احمد مسٹر جسٹس راجہ افراسیاب خان اور مسٹر جسٹس ملک محمد قیوم شامل ہیں۔ یہ سوال عدالت میں اس لئے پیدا ہوا ہے کہ اس بات پر غور کیا جائے کہ صدر مملکت کو دستور کی شق نمبر ۴۵ کے تحت جو اختیارات حاصل ہیں کیا وہ ۲۷ اے شق اور کیا دیت کے آرڈی ننس کی موجودگی میں بھی قائم رہتے ہیں یا نہیں کیونکہ اس آرڈی ننس کے مطابق مقتول کے ورثاء کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قاتل کو سزائے موت سے بچا لے۔ اٹارنی جنرل نے یہ موقف پیش کیا کہ شق نمبر ۲۷ اے اور ۴۵ میں کسی قسم کا تضاد موجود نہیں ہے۔ جہاں تک شق نمبر ۴۵ کا تعلق ہے یہ ہمہ گیر ہے اور اس میں صدر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ موت کی سزا معاف کر دیں۔ یا کم کر دیں۔ یا اسے معطل کر دیں چاہے یہ فیصلہ کسی عدالت نے کیا ہو۔ ٹریبونل نے کیا ہو یا کسی اتھارٹی نے کیا ہو۔ مسٹر عزیز منشی نے مزید کہا کہ اس وقت کے وزیراعظم کے مشورے پر صدر مملکت نے موت کی سزا پانے والوں کو عمر قید کی سزائیں تبدیل کر دیا تھا انہوں نے کسی مجرم کی سزا بالکل معاف نہیں کی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ دستور اور قانون کے عین مطابق تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ قصاص اور دیت آرڈی ننس سے بھی کوئی تضاد پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ۱۹۸۸ء کے دسمبر میں یہ آرڈی ننس جاری ہی نہیں کیا گیا تھا۔ البتہ مسٹر منشی نے عدالت کو یہ بھی بتایا کہ حکومت اس بات پر غور کر رہی ہے کہ قصاص اور دیت کے آرڈی ننس کی موجودگی میں ان دونوں شقوں ۲۷ اے اور ۴۵ کو ایک دوسرے سے ملا کر پڑھا جائے۔

خوراک کی فراہمی

گورنمنٹ کالج لاہور کے زوالوجی ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے منعقد کئے گئے دو روزہ سمپوزیم میں جس کا موضوع ماہی پروری تھا سے خطاب کرتے ہوئے صوبے کے گورنر نے کہا کہ جہاں تک خوراک کی فراہمی کا تعلق ہے یہ بات نہایت ہی ضروری ہے کہ تمام شعبوں میں کام کرنے والے ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ اپنی اپنی تحقیق کو دوسروں کے سامنے پیش کریں کہ مزید تحقیق کا باعث بنیں۔ انہوں نے کہا کہ خوراک کی کمی کو پورا کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے اگر اس میں صحیح طور پر پیداوار حاصل کی جائے تو خوراک کی کمی کا کبھی سوال پیدا نہیں ہونا چاہیئے انہوں نے کہا کہ ہمیں خوراک کی زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرتے ہوئے اکیسویں صدی میں داخل ہونا چاہیئے۔ اس وقت تک ہمیں اتنی پیداوار حاصل کرنے کی اہلیت پیدا کر لینی چاہیئے۔ کہ ہمیں کسی اور جگہ سے اپنی خوراک کے لئے کوئی چیز لینے کی ضرورت نہ پیش آئے حکومت کا ذکر کرتے ہوئے گورنر نے

باقی صفحہ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات واعلانات

اعلان نکاح:۔ مکرم وحید احمد صاحب خالد حال مقیم جرمنی ابن مکرم حمید احمد صاحب خالد انچارج لائبریری جامعہ احمدیہ۔ ربوہ کا نکاح عزیزہ ثروت جہاں خالد صاحبہ بنت مکرم عبدالمجید خالد صاحب اسسٹنٹ وائس پریذیڈنٹ نیشنل بنک آف پاکستان دارالرحمت شرقی ربوہ کے ہمراہ پچاس ہزار روپے حق مہر پر "بیت مبارک" ربوہ میں محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح وارشاد نے ۱۸، اکتوبر ۱۹۹۱ء بعد نمازِ عصر پڑھا۔

عزیز وحید احمد خالد حضرت میاں محمد عبداللہ صاحب رفیق حضرت اقدس کا پوتا ہے۔

○ مکرمہ نسیم بشریٰ صاحبہ بنت میاں عارف محمد صاحب کا نکاح مورخہ پانچ اکتوبر ۹۱ء بعد نماز عصر بیت المبارک میں مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب نے مبلغ پندرہ ہزار روپیہ حق مہر پر ہمراہ مکرم محمد جاوید صاحب باجوہ ابن مکرم چوہدری رحمت اللہ صاحب باجوہ چک ۴۷ جنوبی تحصیل وضلع سرگودھا پڑھا۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان رشتوں کو جانبین کے لئے مبارک فرمائے۔

ولادت:۔ مکرم محمد یوسف صاحب ابن مکرم عبدالحمید صاحب ارشد دستگیر سوسائٹی کراچی کو اللہ تعالیٰ نے ۲۵ اگست کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچے کا نام محمد طلحہ عطا فرمایا ہے۔ عزیز وقفِ نو میں شامل ہے۔

○ مکرم رانا شرافت علی صاحب نائب قائد ضلع جھنگ کو اللہ تعالیٰ نے ۱۴، اکتوبر ۱۹۹۱ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود وقفِ نو میں شامل ہے۔ حضور انور نے ازراہِ شفقت بچے کا نام وجاہت احمد عطا فرمایا ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انکو درازیٔ عمر عطا فرمائے۔

قرارداد تعزیت

جماعت احمدیہ کینیڈا کی مجلس عاملہ نے ایک قرارداد کے ذریعہ محترم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب ابن سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے) کی وفات پر دلی تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ قرارداد میں محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کی بحیثیت واقف زندگی مختلف جماعتی اداروں میں خدمات اور آپکی بعض نمایاں صفات پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے دعا کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم صاحبزادہ صاحب کے درجات بلند فرمائے اور آپکی اہلیہ صاحبہ محترمہ اور صاحبزادگان کا حافظ وناصر ہو۔

درخواست دعا:۔ مکرم ڈاکٹر عبدالعزیز خان صاحب آف قاضی احمد سندھ کا مورخہ ۱۵، ستمبر ۹۱ء کو سی ایم ایچ راولپنڈی میں پیٹ کا کامیاب اپریشن ہوا ہے۔

○ مکرم فضل الرحمان صاحب بسمل کو بعض عوارض لاحق ہیں۔

○ مکرم عبدالستار صاحب مانگٹ ربوہ کی والدہ صاحبہ کی آنکھ کا کامیاب اپریشن فضل عمر ہسپتال میں ہوا ہے۔

○ مکرم خواجہ بشیر احمد صاحب آف پکا گھڑا سیالکوٹ کو دل کا حملہ ہوا ہے انہیں بغرض علاج راولپنڈی لے جایا گیا ہے۔

مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ ناصر آباد اسٹیٹ سندھ آنکھ کے آپریشن کے سلسلہ میں کراچی میں ہیں۔

○ مکرم سردار محمد صاحب (سابق کاتب الفضل) کی کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی سول ہسپتال میں زیرِ علاج رہنے کے بعد وہ اب گھر آچکے ہیں۔

احباب ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

بقیہ: ص۳ سے آگے

تھے۔ مگر پھر بھی وہ مل گئیں۔ یہ جنتیں دنیا میں بھی (گو ملی ہیں) اور آخرت میں بھی خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ جنتیں دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جب دنیا میں وہ جنتیں مل گئیں۔ جن کے کوئی آثار نہیں تھے تو یہ ثبوت ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعویٰ کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جسطرح ایک وعدہ پورا ہو گیا ہے۔ اسی طرح اس کا دوسرا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا۔ لیکن بالغیب کے ایک یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کے ایمان بالغیب کی وجہ سے خدائے رحمان نے یہ وعدہ کیا ہے۔ یعنی انہوں نے خدا تعالیٰ کو نہیں دیکھا تھا۔ دلائل سنے تو کہا خدا ہے۔ اور اس پر ایمان لے آئے۔ انہوں نے فرشتے نہیں دیکھے تھے۔ دلائل سنے تو کہا فرشتے ہیں اور ان پر ایمان لے آئے۔ انہوں نے حیات بعد الموت کو نہیں دیکھا تھا۔ دلائل سنے تو کہا کہ مرنے کے بعد بھی ایک زندگی ہے اور ایمان لے آئے۔ پھر فرماتا ہے چونکہ ایک غیب انہوں نے دکھایا ہے یعنی جو چیزیں ان کی نظروں سے پوشیدہ تھیں۔ وہ ہماری خاطر ایمان لے آئے اس لئے ہم نے بھی ان کو وہ جنتیں دیں جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی تھیں۔ ان لوگوں نے اپنی زندگیوں میں غیب کا ایک اعلیٰ نمونہ دکھایا ہم نے کہا اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ اور یہ لوگ ایمان لے آئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو انہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ ہم نے کہا فرشتوں پر ایمان لے آؤ اور یہ لوگ ایمان لے آئے۔ حالانکہ فرشتے انہوں نے نہیں دیکھے تھے۔ ہم نے کہا جنت پر ایمان لے آؤ۔ حالانکہ جنت انہوں نے نہیں دیکھی تھی۔ پس چونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی ان باتوں پر یقین کیا جو نظر نہیں آتی تھیں۔ خدا تعالیٰ نے بھی ان کو وہ جنتیں دیں جو ان کو نظر نہیں آتی تھیں۔ (-) حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا وعدہ نظروں کے سامنے لا کے چھوڑ دیا جائے۔ مأتیا کے معنے ہوتے ہیں لایا گیا اور مراد یہ ہے کہ وہ وعدہ یعنی جنت ایسا ہے کہ اس کے پاس لوگ لائے جائیں گے۔ گویا جنت انہیں جبراً دی جائے گی۔ یعنی وہ لوگ تو صرف خدا کے وصال کے بھوکے ہیں۔ جنت کی خواہش ان کے دلوں میں نہیں ہو گی۔ مگر چونکہ خدا نے وعدہ کیا تھا۔ اس لئے خدا نے کہا کہ تمہیں بہرحال جنت لینی پڑے گی۔ پس اس کا وعدہ سامنے لایا گیا اور اس جنت میں داخل کر دیا گیا۔ یہ کلام احسان کے کمال پر دلالت کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ ان میں جنت لینے سے انکار کرنے کی طاقت ہی نہیں ہو گی۔

بقیہ ص۲ سے آگے

جاتا ہے۔ اور وہ درد جس کی دوا چاہئے وہ ہسپتال پہنچا تھا وہ شدید سے شدید تر ہو جاتا ہے۔ سو کوئی اور انتظام ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ کلینک کیا ہیں؟ بعض سپیشلسٹوں سے وقت لینے کے لئے آپ کو شائد ایک ماہ یا پندرہ روز قبل رجسٹر کروانا پڑے۔ ملاقات ہوتی ہے دو سو سے پانچ سو تک نذرانہ دینا پڑتا ہے۔ مگر اسی پہ اکتفا نہیں کیا جاتا کیونکہ ڈاکٹر جو ٹسٹ تجویز کرتے ہیں ان پہ بعض اوقات دو اڑھائی ہزار روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اسے کلینک میں آپریشن کروانا پڑ جائے تو مریض کی کھال ہی ادھڑ جائے گی۔ ڈاکٹر صرف اپنی فیس تو لیں گے جو ہزاروں میں ہوگی لیکن اس کے ساتھ بل میں کئی اضافے کئے جائیں گے۔ مثلاً آپریشن تھیٹر استعمال کرنے کی فیس، اسے ڈس انفکٹ کرنے کی فیس۔ کلوروفارم والے کی فیس۔ ڈاکٹر صاحب کو نشتر تھمانے والی کی فیس اور نہ جانے کیا کچھ اور حتیٰ کہ دوائی آپ کی۔ سرنج آپ کی۔ مگر آپریشن تھیٹر میں ٹیکہ لگانے کی فیس بھی عام فیس سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ مگر آپ کو یہ سب لاگ ادا کرنے ہیں یہ آپکی مجبوری ہے۔ جس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، کلینک میں جو کمرہ آپ نے لیا ہے اس کا کرایہ کسی اعلیٰ ہوٹل سے کم نہیں۔ ہاں ملازمین کی ٹپ (اور ہر تین گھنٹے بعد نئے چہروں سے واسطہ پڑتا ہے) الگ ہوگی۔ مرض کے مارے ہوئے مریض کو یہ کلینک ایسے ڈنگ لیتے ہیں کہ ان فیسوں پہ کڑھ کڑھ کے ہی اس کا خون خشک ہو جاتا ہے۔ اور اس کی بیماری طول پکڑ جاتی ہے۔

یہاں بھی وہی ہو رہا ہے جس کا سکولوں کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی علاج کی سہولت جو سب کو میسر آنی چاہیئے اب فقط ان کے لئے رہ گئی ہے جن کے پاس دولت کے انبار ہیں۔ غریب آدمی غموں کا مارا تو پہلے ہی ہے۔ جو بیماریوں کا مارا ہے وہ مارا مارا پھرتا ہے۔ مگر کوئی پرسان حال نہیں۔ جیب اس کو اجازت نہیں دیتی کہ ایسے شاندار کلینک کے اندر جھانک بھی سکے۔ ڈاکٹر حضرات کی بڑھتی ہوئی فیسیں اس کی شفایابی کی امید دل پہ پانی پھیر دیتی ہیں۔ ان حالات میں اگر ہم خاموش تماشائی بنے رہے اور مسئلہ کا حل نکالنے کی کوشش نہ کی تو یہ ظلم ہوگا۔ اس کا حل یہ ہے کہ سرکاری ہسپتالوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ طبی سہولیات بہتر اور زیادہ مہیا کی جائیں اور ڈاکٹروں کی فیسوں کو حد اعتدال تک رکھنے کی کوشش

باقی ص۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ملکی خبریں

○ عالمی مالیاتی فنڈ نے پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ دفاعی اخراجات کم کر دے اور دفاع پر صرف ہونے والے وسائل عوام کی نشوونما اور بھوک و افلاس ختم کرنے کے لیے استعمال کئے جائیں۔ تاہم پاکستانی وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ اس بار ہم آئی ایم ایف کی شرائط نہیں مانیں گے بلکہ اپنی شرائط عائد کریں گے۔

○ وزیر اعظم کی موجودگی میں قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہؤا تو کورم پورا نہیں تھا اپوزیشن کے ایک رکن کے توجہ دلانے پر سپیکر نے گھنٹیاں بجانے کا حکم دیا۔ پانچ منٹ تک گھنٹیاں بجنے کے باوجود کورم پورا نہ ہؤا تو سپیکر گوہر ایوب خان نے اجلاس ملتوی کر دیا۔ ان کے اس اچانک فیصلے سے وزیر اعظم اور دوسرے لوگ بھی دم بخود رہ گئے۔

○ دو مسلم لیگی سینیٹروں نے کہا ہے کہ جب ستائے ہوئے لوگ بد دعائیں دیں تو اسمبلیاں ٹوٹتی اور مارشل لاء لگتے ہیں۔

○ گورنر سٹیٹ بنک نے کہا ہے کہ ہماری وارننگ پر توجہ دی جاتی تو اربوں روپے ڈوبنے سے بچ جاتے انہوں نے کہا کہ بی سی سی آئی کے بحران سے پاکستان کو زبردست فائدہ حاصل ہوا ہے۔ بیرون ملک سے کرنسی کا بہاؤ ہمارے حق میں ہو گیا ہے۔

○ وزیر اعظم نے اسلام آباد میں وزیر اعظم ہاؤس میں ۵۰ بیواؤں اور یتیموں کو امدادی چیک پیش کئے۔

○ پاکستان کی کرکٹ ٹیم کا دورہ بھارت ملتوی کر دیا گیا۔

○ وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ نیشنل بنک نجی شعبہ میں نہیں دیا جائے گا۔

○ بھارتی وزیر اعظم نرسیما راؤ نے کہا ہے کہ ہرارے میں پاکستان کے وزیر اعظم نے مسئلہ کشمیر نہ اٹھا کر اچھا قدم اٹھایا ہے۔

○ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ شریعت کے نام پر فراڈ برداشت نہیں کیا جائے گا۔

○ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ بے نظیر سسٹم کو چلنے دیں۔ وہ جو کچھ کر رہی ہیں اس سے ملک کو نقصان پہنچے گا اور جمہوریت تباہ ہو جائے گی۔ افواہیں جمہوریت کو تباہ کرنے کی سازشیں ہیں۔

○ وفاقی وزیر زراعت نے کہا ہے کہ پنجاب اسمبلی کا زرعی پالیسی کے خلاف قرارداد منظور کرنا ناانصافی ہے۔

○ گورنمنٹ کالج جھنگ میں بم کا دھماکہ ہونے سے ۱۱ افراد ہلاک ہو گئے۔

○ بیگم نصرت بھٹو نے کہا ہے کہ مظلوموں کی بد دعاؤں کے نتیجے میں جام صادق بستر مرگ پر پڑے ہیں۔

○ پاکستان ائرفورس کا لڑاکا ایف سولہ طیارہ اٹک کے قریب گر کر تباہ ہو گیا۔ پائلٹ جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔

○ بھارتی حکومت کے تسلط کے خلاف پورے کشمیر میں یوم سیاہ منایا گیا۔

○ پھالیہ کے الیکشن میں ہارنے والے امیدوار طارق ڈوگر نے کہا ہے کہ اگر جیتنے والا امیدوار قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہہ دے کہ دھاندلی نہیں ہوئی تو سارے اعتراضات واپس لے لوں گا۔

غیر ملکی خبریں

○ عالمی مالیاتی فنڈ کے وفد نے وزیر خزانہ پاکستان سے ملاقات کی اور پاکستان اور آئی ایم ایف کے درمیان مزید تعاون پر غور کیا گیا عالمی فنڈ نے پاکستانی مالیاتی پالیسیوں کی حمایت کی اور بتایا کہ امداد کی پہلی قسط ۳ کروڑ ڈالر اس دسمبر میں پاکستان کے حوالے کر دی جائے گی۔

○ پولینڈ میں عام انتخابات میں سابق وزیر اعظم مسٹر مازو وسکی کی پارٹی جیت گئی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ملک میں پہلے آزادانہ عام انتخابات میں ایوان زیریں کی ۴۶۰ اور سینیٹ کی ۱۰۰ نشستوں پر انتخابات ہوئے۔ سابق وزیر اعظم کی پارٹی کو ۶۲ اور صدر ولیخ ویلیسا کی پارٹی کو ۱۰ نشستیں حاصل ہوئیں۔

○ ماسکو میں سوویت جمہوریتوں کے لیڈروں اور سات بڑے ممالک کے نمائندوں کے درمیان بات چیت ہوئی تاکہ سوویت یونین کو قحط سے بچانے کے لئے قرضہ دیا جائے۔

بقیہ اخبار احمدیہ صفحہ ۱ سے آگے

اُن کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ مولانا نے کہا کہ جماعت احمدیہ روپیہ جمع کرنے کے لئے نہیں بلکہ خرچ کرنے کے لئے کھڑی کی گئی ہے تاکہ دین کا فیض ساری دنیا تک پہنچ جائے۔

خطبہ کے بعد ایجاب و قبول ہوا جس کے بعد مولانا نے اس رشتہ کے کامیاب اور بابرکت ہونے کے لئے دعا کرائی۔ اگلے روز محترم خواجہ نذیر احمد صاحب نے اپنی رہائش گاہ واقع فیکٹری ایریا میں دعوت کا اہتمام کیا جہاں پر محترم مولانا نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر روزنامہ الفضل نے دعا کرائی۔

بقیہ: صفحہ ۱ سے آگے

اور شان نہیں ہوتی جو خدا تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں کی وحی کی ہوتی ہے اور خصوصاً سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جس کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہزاروں ہزار ملائکہ حفاظت کے لئے ہوتے ہیں۔ اس لئے کامل نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور وہی مقتدا اور مطاع ہیں پس ہر ایک نیکی تب ہی ہو سکتی ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نیچے ہو۔"

(خطبہ نکاح فرمودہ ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء)

بقیہ صفحہ ۵ سے آگے

سلسلے میں محترم حکیم صاحب نے گورنر جنرل صاحب سے ملاقات کر کے کالونیل سیکرٹری کا پیغام وصول کیا۔ ملکہ کے اس دورے کے تقریباً چار پانچ سال بعد نائیجیریا کو مکمل آزادی مل گئی۔ پہلے گورنر جنرل ڈاکٹر نیمڈی ازیکوے مقرر ہوئے اور وزیر اعظم آنریبل سر ابوبکر طفاوا بالیوا۔ آزادی کی تقریبات جو لیگوس میں ایک بہت بڑے میدان میں منعقد کی گئیں وہاں پر قرآن کریم کی تلاوت جس سے ان تقریبات کا آغاز ہوا خاکسار کو کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ تصاویر میں اس تلاوت کی بھی ایک تصویر شامل ہے۔ اگرچہ وہ کاغذی تصویر کی بجائے سلائیڈ ہے۔ ملکہ کی برطانیہ واپسی کے کچھ عرصہ بعد نائیجیریا میں ان کے دورہ کی فلم دکھائی گئی۔ اس فلم میں مکرم مولوی مبارک احمد صاحب ساقی اور خاکسار دونوں خاصے نمایاں ہیں۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت کی نمائندگی میں جس جس کام میں حصہ لیا اس میں تقریب منعقد کرنے والوں نے جماعت کے نمائندوں کو خاص اہمیت دی۔ دراصل جماعت ہی اصل چیز ہے ورنہ تو بات یہ ہے کہ من آنم کہ من دانم۔ اور یہی کیفیت ہر دوسرے شخص کی ہے۔ جوں جوں جماعت پر اللہ تعالیٰ کے افضال بڑھتے جا رہے ہیں جماعت کے افراد اور تقاریب کے موقع پر جماعت کے نمائندوں کی پذیرائی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد سے دل بھر جاتا ہے اور اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے

بقیہ صفحہ ۶ سے آگے

کہا کہ حکومت کو اس بات کا احساس ہے اور جہاں تک ماہی پروری کا سوال ہے مختلف مقامات پر اس سلسلے میں تحقیق ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ اس کام کو بہتر طریق پر چلانے کے لئے فنڈز مخصوص کر دئے گئے ہیں۔ دیگر ممالک کا ذکر کرتے ہوئے گورنر نے چین، جاپان، جنوبی کوریا، کا ذکر کیا کہ پاکستانی ماہرین کو ان کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اور ان سے بہت کچھ سیکھ کر اپنے ملک کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

بقیہ صفحہ ۷ سے آگے

کی جائے۔ ایک یہ حل بھی ممکن ہے کہ دوسرے ممالک کی طرح ہیلتھ انشورنس کا نظام رائج کیا جائے تو شائد غریب آدمی کو بھی بہتر طبی سہولت مل سکے۔ بہرحال تعلیم اور صحت کے مسائل ایسے نہیں جنہیں نظر انداز کر دیا جائے۔ یا جن سے آنکھیں بند کر کے یہ سمجھ لیا جائے کہ سب اچھا ہے۔

پتہ

مرض اٹھرا کی شکار۔ نرینہ اولاد سے محروم۔ دکھی عورتوں کیلئے
دواخانہ محافظ صحت
کوٹ نہال سنگھ۔ مین سٹریٹ ۲ پرملیں
رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹیشنر
المشہود: حکیم عطاء الرحمن علوی ابن حکیم نظام جان سند یافتہ
زنانہ و مردانہ۔ پیچیدہ و پوشیدہ امراض کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں
خط و کتابت: حکیم عطاء الرحمن علوی ابن حکیم نظام جان ★ گول چوک۔ اوکاڑہ